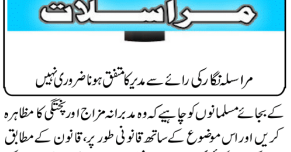

2024 کا پارلیمانی الیکشن اور اس کے بعد ظلم وستم کی نئی روش

پروفیسر اخترالواسع

حرف حق

ابھی نئی پارلیمنٹ میں ممبران کی حلف برداری پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو لے کر ایک تنازعہ کھڑا کر دیا گیا۔ ایک ایسے موقع پر جب نومنتخب ممبران پارلیمنٹ حلف برداری کی تقریب میں طرح طرح کے نعرے لگاتے رہے، کل ہند مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ جناب اسدالدین اویسی نے جے بھیم، جے میم، جے فلسطین، جے تلنگانہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ اس پر بی جے پی کے اراکین پارلیمنٹ نے جے شری رام اور بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ بریلی سے منتخب بی جے پی کے ایک ممبر پارلیمنٹ نے سیکولر ڈیموکریسی کے اس مندر میں جے ہندو راشٹر کا نعرہ بھی لگایا تو غازی آباد سے منتخب بی جے پی کے ممبر نے دائیں بازو سے جڑے موجودہ اور سابق نظریہ سازوں کی جے جے کار کی۔ ہم پارلیمنٹ میں حلف برداری کے موقع پر جو کچھ دستوری اعتبار سے منظور شدہ مواد ہے، اس کے علاوہ کسی بھی نعرے بازی کے خلاف ہیں لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو تو ہر طرح کی نعرے بازی کی اجازت ہو لیکن اویسی کو خدائے بزرگ وبرتر کی کبریائی اور فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم وستم پر توجہ دلانے کی اجازت نہ ہو۔ ایک ایسے ملک میں جو اپنی سیکولر روایات کے لیے مشہور ہے، وہاں پر کسی ایک مذہب کے حوالے سے ملک کو یاد کیے جانے اور اس کے لیے نعرے بازی کرنے پر روک کیوں نہیں لگائی جاتی۔ یہ صرف اویسی اور فلسطین ہی کے لیے کیوں کہ اس کا اخراج پارلیمانی ریکارڈ سے کیا جائے۔ ہم یہ کیسے بھول سکتے ہیں کہ جب دیش آزاد بھی نہیں ہوا تھا اور اسرائیل کے قیام کی سگبگاہٹ تھی، اس وقت مہاتما گاندھی نے فلسطینیوں کی حمایت کی۔ آج یہ کیسا ستم ہے کہ آزادی کے 77 سال بعد ہم مہاتما گاندھی کے آدرشوں کو اپنی نومنتخب پارلیمنٹ میں پامال کر رہے ہیں۔ وہ دستور کا یا پارلیمانی روایات کا کون سا قانون ہے جو کہ اویسی کو ان کے اس حق سے محروم کرتا ہے؟ اور دوسروں کو وہ سب کچھ کہنے کی اجازت دیتا ہے جس کی اویسی کو اجازت نہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جب سے نئی حکومت بنی ہے، ایک بار پھر مسلمانوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا گیا ہے۔ ہجومی تشدد ہو یا ان کی آبادیوں میں انہدامی کارروائیاں یا مسجدوں اور مدرسوں کو منہدم کرنے کا معاملہ، ایسا لگتا ہے کہ اس میں کچھ تیزی ہی آئی ہے۔ فرق ہے تو اتنا کہ دہلی میں منگول پوری کی مسجد ہو، اس کا انہدام دہلی میونسپل کارپوریشن کی ٹیم کرنے پہنچتی ہے، وہ کارپوریشن جس کی لگام پوری طرح عام آدمی پارٹی کے پاس ہے جو اپنے آپ کو پوری طرح سیکولر بتاتی ہے اور مسلمانوں نے بھی جس کو دہلی میں جی توڑ کر سپورٹ کیا، یہ دوسری بات ہے کہ اس کا کوئی نمائندہ بھی جیت نہیں پایا۔ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بھارت مکتی مورچہ کے قومی صدر اور آر ایس ایس کے حامی راشٹریہ مسلم مورچہ نے ملک میں بڑھتی ہوئی ماب لنچنگ اور قتل کی وارداتوں کے علاوہ مسلمانوں کے گھروں کے مسمار کیے جانے کے خلاف 563 ضلع ہیڈ کوارٹرس میں صدر جمہوریہ کے نام میمورنڈم پیش کرنے کا اعلان کیا ہے، جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ مسلمانوں کا قتل اور ہجومی تشدد، فرضی گئوکشی کے ساتھ ساتھ لو جہاد، پولیس حراست اور چلتی ٹرین میں بھی ظلم وستم اور بربریت کے معاملات پیش آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں، دکانوں، مکانات اور بستیوں کو بلڈوز کر کے تباہ کرنے کا کام موجودہ حکومتوں اور شدت پسند تنظیموں کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ اس میمورنڈم میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ کام بغیر کسی تصدیق کے ستر برسوں سے طویل عرصے سے رہنے والے لوگوں کی بستیوں اور لوگوں کے گھروں کو مسمار کر کے انہیں بے گھر کیا جا رہا ہے۔ اس میمورنڈم کی خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ پہلی دفعہ ان لوگوں کی طرف سے دیا جا رہا ہے جو آر ایس ایس اور بی جے پی سے جڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ نئی حکومت کے قیام کے بعد گزشتہ تین ہفتوں کے اندر ملک بھر میں ہجومی تشدد، بے گناہ مسلمانوں کے قتل، مکانات اور بستیوں کو تباہ کرنے کے واقعات میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔

> **صورت حال کی سنگینی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت مکتی مورچہ کے قومی صدر اور آر ایس ایس کے حامی راشٹریہ مسلم مورچہ نے ملک میں بڑھتی ہوئی ماب لنچنگ اور قتل کی وارداتوں کے علاوہ مسلمانوں کے گھروں کے مسمار کیے جانے کے خلاف 563 ضلع ہیڈ کوارٹرس میں صدر جمہوریہ کے نام میمورنڈم پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔**

سرکار کو ان معروضات پر خاص طور سے اس لیے توجہ دینی چاہیے کہ ان حقائق کی طرف عام مسلمان رہنما اور جماعتیں تو گزشتہ دس سال سے برابر توجہ دلا رہی تھیں لیکن اب ان مظالم اور زیادتیوں کی طرف خود ان کے حلیف مسلمانوں اور تنظیموں نے توجہ دلائی ہے۔ ہم یہاں یہ بات بار بار کہہ چکے ہیں اور اسے پھر دوہرا رہے ہیں کہ ہم غیر قانونی طور پر زمینوں پر قبضے اور ان پر مذہبی یا غیر مذہبی تعمیرات کے حامی نہیں ہیں اور مسلمان جس مذہب کو مانتے ہیں اس میں تو اس کی بالکل گنجائش نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر غیر قانونی طور پر زمینوں پر قبضہ ہوا اور تعمیرات ہوئیں، وہاں بجلی اور پانی کی سپلائی کو سرکاری ایجنسیوں نے یقینی بنایا تو ان سرکاری افسروں اور کارکنان پر کیا ایکشن ہوا؟ صرف مسلمانوں یا دوسرے عام شہریوں پر ہی کیوں سرکاری گاج گرتی ہے۔ خاص طور پر سرکار کے پاس ان بستیوں کو مسمار کرنے کا حق کس نے دیا ہے، جن کی باقاعدہ لوگوں نے رجسٹری کرائی، اگر سرکار کو کسی علاقے کی تزئین کاری مقصود بھی ہے تو وہ عام غریب شہریوں کی محنت اور پسینے کی گاڑھی کمائی کی قیمت پر نہیں ہونی چاہیے۔ اس انہدامی کارروائی سے یہ بالکل ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ کسی ایک مخصوص مذہب کے لوگوں کو اجاڑنے اور معاشی طور پر بے سہارا کرنے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے۔ ہم نے یہ بات بلاوجہ نہیں کہی ہے بلکہ صدر جمہوریہ کو پیش کیے جانے والے ان میمورنڈم کو سامنے رکھ کر بیان کی ہے جو کہ حکمراں جماعت کے ہمنوا مسلمانوں نے بھی زور شور سے کہنی شروع کر دی ہے۔

2024 کے پارلیمانی انتخابات کے بعد یہ بات اب صرف بی جے پی کے پالے ہی میں نہیں ہے بلکہ شری چندر بابو نائیڈو، شری نتیش کمار، شری جینت چودھری اور مرکزی سرکار میں شامل بی جے پی کی دوسری حلیف جماعتوں کو بھی اس صورت حال کی طرف برابر سے توجہ دینی ہوگی۔ وہ صرف اپنی اپنی حکمرانی والی ریاستوں پر ہی توجہ دے کر اور صورت حال کو بہتر بنا کر اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے چوں کہ وہ مرکز میں اقتدار میں برابر کے شریک ہیں اور وزرا کی کونسل میں شریک ہیں۔

اسی طرح وہ جماعتیں جو اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کا حصہ ہیں اور جس میں بلاشبہ سب سے بڑی پارٹی کانگریس ہے اور اسی کے پاس حزب اختلاف کے قائد کا عہدہ بھی ہے، انہیں ملک کے دستور کی محض قسمیں کھانے اور پارلیمنٹ میں نمائش کرنے سے کام نہیں چلے گا جب تک کہ وہ مظلوم، مقہور، مجبور اور ظلم وستم کے شکار مسلمانوں کی آوازیں نہیں اٹھائیں گی، اگر وہ یہ کام صرف اسدالدین اویسی پر ہی چھوڑ دیتی ہیں تو پھر وہ وقت دور نہیں جب مسلمان ان کی طرف سے بھی منہ موڑ لیں گے۔ ابھی جلد ہی اسمبلیوں کے ضمنی انتخابات ہونے ہیں، اس کے علاوہ ایک سال کے اندر کئی ریاستوں میں باضابطہ اسمبلی الیکشن ہونے ہیں، ایسا نہ ہو کہ مسلمان اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' میں شامل جماعتوں سے بدگمان ہو جائیں اور وہ کوئی دوسرا راستہ تلاش کریں۔

(مضمون نگار جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پروفیسر ایمریٹس اسلامک اسٹڈیز ہیں)

wasey27@gmail.com

بین الاقوامی کانفرنس میں افغانستان کو شرکت کی دعوت

محمد عباس دھالیوال

تجزیہ

پورے عالم میں سخت موقف کے حامل سمجھے جانے والے طالبان بالآخر اگست 2021 میں تقریباً دو دہائیوں کے بعد ایک بار پھر سے افغانستان پر اپنا اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، جبکہ اس سے قبل امریکی قیادت والے ناٹو فوجیوں سے طالبان کے جنگجوؤں نے تقریباً دو دہائیوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد امریکہ سمیت اس کے ساتھی ممالک کے فوجیوں کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالانکہ اس وقت تلملائے امریکہ نے افغانستان کے تمام بینکنگ کھاتوں کو فریز کر دیا تھا، لیکن پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ،چین، ایران اور دنیا کے مختلف مسلم ممالک نے افغانستان سے اپنے ڈپلومیٹک رشتے استوار کرنے شروع کر دیے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں اس مہینے کے آخری اتوار کو افغانستان کے طالبان کو قطر میں ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لیے دعوت دی گئی ہے یقیناً افغانستان اقوام متحدہ کی اس دعوت کو عالمی سطح پر اپنی انتظامیہ کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے ثبوت کے طور پر دیکھ رہا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام متحدہ کا افغانستان کے بارے میں طالبان اور بین الاقوامی ایلچیوں کے درمیان دو روزہ اجلاس 30 جون کو خلیجی ریاست کے دارالحکومت دوحہ میں ہو رہا ہے جب کہ دوسری جانب خواتین نمائندوں کی عدم شمولیت پر انسانی حقوق کے گروپس کی جانب سے تنقید کا سلسلہ جاری ہے۔

وہیں مذکورہ میٹنگ کے ضمن میں طالبان کے وزیر خارجہ امیر خان متقی نے پیر کو اپنے دفتر سے جاری ایک ویڈیو بیان میں اعلان کیا کہ ''دوحہ اجلاس آنے والے دنوں میں منعقد ہوگا اور امارت اسلامیہ افغانستان کو اس میں شرکت کی باضابطہ دعوت دی گئی ہے۔'' متقی نے افغان دارالحکومت میں اپنی وزارت کے عملے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم نے پڑوسی اور علاقائی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کیے ہیں اور ہم مغربی اور امریکی حکومتوں کے ساتھ بھی مثبت اور خوشگوار تعلقات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔''

یہ ''دوحہ پروسیس'' نامی اجلاس کا تیسرا سیشن ہوگا، جس میں اساس پسند ڈی فیکٹو افغان حکمران پہلی بار شرکت پر رضامند ہوئے ہیں۔ یہاں قابل ذکر ہے کہ طالبان تقریباً تین سال قبل اقتدار میں واپس آئے تھے اور کابل میں صرف مردوں پر مشتمل اپنی حکومت قائم کی، جسے امارت اسلامیہ کا نام دیا گیا، اسے عالمی برادری نے ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے۔

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوئٹریس نے ایک سال قبل دوحہ عمل کا آغاز کیا تھا تاکہ طالبان کے ساتھ انگیج منٹ کے لیے ایک متفقہ بین الاقوامی نقطہ نظر قائم کیا جا سکے، جبکہ اس سے قبل گوئٹریس نے مئی 2023 میں پہلی دوحہ کانفرنس میں ڈی فیکٹو افغان حکمرانوں کو مدعو نہیں کیا تھا اور طالبان نے افغان سول سوسائٹی کے نمائندوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی شرکت کا حوالہ دیتے ہوئے گزشتہ فروری میں ہونے والی دوسری دوحہ کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔

> **یہ ''دوحہ پروسیس'' نامی اجلاس کا تیسرا سیشن ہو گا، جس میں اساس پسند ڈی فیکٹو افغان حکمران پہلی بار شرکت پر رضامند ہوئے ہیں۔ یہاں قابل ذکر ہے کہ طالبان تقریباً تین سال قبل اقتدار میں واپس آئے تھے اور کابل میں صرف مردوں پر مشتمل اپنی حکومت قائم کی، جسے امارت اسلامیہ کا نام دیا گیا، اسے عالمی برادری نے ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے۔**

اقوام متحدہ کے حکام نے طالبان کے ساتھ شاذ و نادر ہونے والے مذاکرات کا دفاع کرتے ہوئے وعدہ کیا ہے کہ اجلاس میں تقریباً 25 ملکوں کے خصوصی ایلچی انسانی حقوق کے دوسرے خدشات کے علاوہ خواتین اور لڑکیوں کے حقوق پر پابندیوں کے مسئلے کو بھی بھرپور طریقے سے اٹھائیں گے، جبکہ جمعہ کے روز، افغانستان میں اقوام متحدہ کے امدادی مشن، یا یوناما کی سربراہ، روزا اوتن بائیفا نے عالمی برادری کی جانب سے طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات شروع کرنے کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ اس سے افغان خواتین کے لیے مستقبل کے مذاکرات میں شرکت کے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔

دریں اثناء ایک نیوز رپورٹ کے مطابق ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ سمیت انسانی حقوق کے گروپس نے اقوام متحدہ پر سخت تنقید کی ہے کہ اس نے افغان خواتین اور لڑکیوں کے خلاف ''جرائم'' کا ذمہ دار ٹھہرانے کے بجائے طالبان کو دوحہ مذاکرات میں مدعو کیا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ کی ایگزیکیٹو ڈائریکٹر ترانہ حسن نے اس اجلاس کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا ''خواتین کو شامل نہ کرنے سے طالبان کی زیادتیوں کو قانونی حیثیت دینے اور خواتین کے حقوق اور خواتین کی بامعنی شرکت کے علمبردار کے طور پر اقوام متحدہ کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔''، جبکہ دوسری جانب اوتن بائیفا نے کہا کہ دوحہ اجلاس میں بنیادی طور پر پرائیویٹ سیکٹر کے بزنس، افغان بینکنگ سیکٹر، انسداد منشیات اور ان مسائل پر توجہ مرکوز کی جائے گی جو ملک میں خواتین کے حقوق سے متعلق ہیں۔

دوسری جانب طالبان نے اپنی حکومت کے اقدامات کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ وہ افغان ثقافت اور اسلامی قانون کی سخت تشریح سے ہم آہنگ ہیں۔

یہاں قابل ذکر ہے کہ گوئٹریس نے دوحہ کی سابقہ میٹنگوں کی صدارت کی تھی لیکن آنے والے اجلاس کی میزبانی روزا ڈی کارلو کریں گی، انہوں نے مئی میں کابل کا دورہ کیا تھا اور متقی کو مذاکرات میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ وہیں طالبان نے ابھی تک اس بات کی تصدیق نہیں کی ہے کہ آیا ان کے وزیر خارجہ اجلاس میں وفد کی قیادت کریں گے۔

اوتن بائیفا نے جمعہ کو سلامتی کونسل میں اپنی تقریر میں زور دیا کہ ''ہم ایک پروسیس تشکیل دینے اور مشاورت کے ایک اہم طریقہ کار کے تحفظ کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بارے میں حقیقت پسند ہونا چاہیے کہ اس پروسیس میں ہونے والی ہر میٹنگ میں کتنی پیش رفت ہو سکتی ہے، خاص طور پر اس ابتدائی مرحلے میں جہاں اعتماد اور بھروسہ خاطر خواہ نہیں ہے۔''

بہرحال اقوام متحدہ کی جانب سے مذکورہ بین الاقوامی کانفرنس میں افغانستان کو بلایا جانا یقیناً ایک خوش آئند بات ہے، امید ہے کہ اس کانفرنس میں شمولیت کے بعد افغانستان کے تئیں دنیا کے دیگر ممالک کی سوچ میں بھی ایک مثبت تبدیلی پیدا ہوگی۔

abbasdhaliwal72@gmail.com

اقوال زریں

- گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے۔
- گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی ایک شاخ ہے۔
- ہر گناہ سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے۔
- کوئی گناہ کسی کی رضامندی سے حلال نہیں ہوتا۔
- دل آزاری سب سے بڑا گناہ ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA PATNA

کیا عدالت 'انصاف کا مندر' ہے؟

کوئی ملک چاہے جتنی ترقی کر لے، متواتر آگے بڑھتا رہے، اقتصادی اور دفاعی طور پر دنیا کے مستحکم ملکوں میں اس کا شمار ہوتا ہو، انصاف کا نظام اگر وہاں بہتر طور پر قائم نہیں ہے تو لوگوں میں بے چینی سی رہتی ہے۔ یہ بے چینی کب کون سی شکل اختیار کر لے گی، بے چینی کب کیسے باہر آئے گی، اس کی پیش گوئی ممکن نہیں ہوتی۔ اسی لیے انصاف کے نظام کو مضبوط بنانے پر سنجیدگی سے توجہ دی جاتی ہے اور انصاف کے نظام کو مضبوط بنانے، لوگوں کا اعتماد اس پر قائم رکھنے میں عدالتوں کا بڑا اہم رول ہوتا ہے مگر عدالتوں کے رول کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ وہاں بیٹھے ہوئے منصف کو انصاف عزیز ہے یا کچھ اور؟ فیصلہ سنانے کے لیے اس کے نزدیک اہمیت ثبوتوں کی ہے یا کسی اور چیز کی؟ اسی لیے عدالتیں تو وہی رہتی ہیں، البتہ وہاں بیٹھنے والے منصفوں کی وجہ سے مختلف طرح کے فیصلے آتے ہیں۔ ان فیصلوں کی بنیاد پر عوام میں رائے بنتی ہے جبکہ سچ یہ بھی ہے کہ منصف یا جج بھی انسان ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے اس سوال کا پیدا ہونا فطری تھا کہ پھر انسان کے بیٹھنے اور فیصلے سنانے کی جگہ کو 'انصاف کا مندر' کیوں کہا جانا چاہیے؟ کورٹ کو 'انصاف کا مندر' کہے جانے کا یہ مطلب نکالنا کیا غلط ہوگا کہ وہاں بیٹھتے ہی کوئی منصف انسان سے بڑا بن جاتا ہے؟ ان سوالوں کا جواب آج وطن عزیز ہندوستان کے چیف جسٹس دھننجے یشونت چندر چوڑ، جنہیں عام طور پر ان کے مختصر نام جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ سے جانا جاتا ہے، نے دے دیا ہے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں جو باتیں کہی ہیں، وہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

چیف جسٹس آف انڈیا ڈی وائی چندر چوڑ نے کورٹ اور جج پر واضح موقف کا اظہار کیا ہے۔ مغربی بنگال کے دارالحکومت کولکاتا میں نیشنل جوڈیشل اکیڈمی کے پروگرام میں انہوں نے کہا کہ 'اکثر ہمیں عزت مآب یا لارڈ شپ یا لیڈی شپ کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ جب لوگ بولتے ہیں کہ کورٹ انصاف کا مندر ہے تو یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔ یہ بہت خطرے کی بات ہے کہ ہم خود کو ان مندروں میں دیوتا کی طرح دیکھنے لگیں۔' چیف جسٹس آف انڈیا کا کہنا ہے کہ وہ جسٹس کی تعریف خدمت گار کے طور پر کرنا چاہیں گے، کیونکہ جسٹس کے خود کو خدمت گار ماننے پر اس میں ہمدردی، دردمندی اور انصاف کرنے کا جذبہ آتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جج مجرم کے خلاف فیصلہ بھی ہمدردی کے جذبات کے ساتھ ہی سناتے ہیں، کیونکہ وہ بھی انسان ہیں۔ ان باتوں سے ہندوستان کے چیف جسٹس نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ان کی نظر میں کورٹ اور ججوں کی تعریف کیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس تعریف کا بیان کرنے سے پہلے وہ اپنے فیصلوں سے یہ احساس دلاتے رہے ہیں کہ وہ انصاف کرنے کے لیے عدالت میں بیٹھے ہیں، کسی اور مقصد سے نہیں۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ہندوستان کے چیف جسٹس نے پہلے اپنے موقف کا عملی اظہار کیا ہے، پھر زبانی اظہار۔ اس طرح کے منصفوں سے ہی عام لوگوں کا اعتماد عدالت پر برقرار رہتا ہے۔

چیف جسٹس آف انڈیا ڈی وائی چندر چوڑ نے اپنے فیصلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ منصف اگر چاہے تو وہ حساس معاملوں میں بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ ابھی حال ہی میں آکسفورڈ یونین کے اس سوال پر کہ کیا کبھی عدلیہ پر کوئی سیاسی دباؤ رہا ہے، خاص طور پر گزشتہ کچھ برسوں میں، چیف جسٹس چندر چوڑ نے یہ بات کہی تھی کہ 'اگر آپ کا مطلب حکومت کی طرف سے کسی طرح کے دباؤ سے متعلق ہے تو میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ 24 سال سے میں جج ہوں۔ میں نے کبھی بھی حکومت کی طرف سے کبھی کسی بھی طرح کے دباؤ کا سامنا نہیں کیا ہے۔' اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان کے فیصلوں پر کیوں نہیں لوگ انگلی اٹھا پاتے ہیں۔ دراصل جج ہی نہیں، دباؤ میں آجانے والا کوئی بھی انسان انصاف پر مبنی فیصلے نہیں کر سکتا، انصاف کے حق میں بول نہیں سکتا، اس لیے دباؤ کو درکنار کرنا ضروری ہے، کئی بار دباؤ ذاتی مفاد کے حصول یا کسی اور بات کا بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے جج صاحبان کو ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔ اگر کوئی جج اس طرح کے فیصلے سناتا رہے جیسے وہ انصاف کے تقاضوں کو نہیں، اپنے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فیصلے سنا رہا ہے اور پھر وہ منصفی چھوڑ کر کچھ اور بن جائے تو شبہ پیدا ہونا فطری ہے۔ اس سے عام لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ مغربی بنگال کی وزیراعلیٰ ممتا بنرجی کا یہ کہنا قابل غور ہے کہ 'عدالتی فیصلے سیاسی تعصّبات سے پاک ہونے چاہئیں۔' اور غور کرنے کی ضرورت یہ بھی ہے کہ ممتا بنرجی نے ایسا کیوں کہا ہے؟

edit2sahara@gmail.com

LETTERS
مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

غلط بیانی اور حقیقت: اسلامی نقطہ نظر

مکرمی!

فلم ''ہمارے بارہ'' کی ریلیز نے پورے ہندوستان میں مسلم کمیونٹی اور علماء کے درمیان اہم تنازعہ اور تشویش کو پیدا کیا ہے۔ 7 جون کو ریلیز ہوئی (اور 8 جون کو دوبارہ ریلیز ہوئی)، اس فلم میں اسلامی تعلیمات کو منفی روشنی میں پیش کرنے پر مسلم کمیونٹی کی طرف سے بڑے پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ بیانیہ ایک ایسے مسلمان آدمی پر مرکوز ہے جس کے متعدد بچے ہیں جنہیں خاندانی اور مذہبی چیلنجوں کا سامنا ہے اور وہ نقصان دہ دقیانوسی تصورات کو برقرار رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ فلم قرآن وحدیث کی تعلیمات کو مسخ کرتی ہے، مسلمانوں کو رجعت پسند کے طور پر پیش کرتی ہے۔ فلموں میں اٹھائے گئے مسائل جیسے مسلم خواتین پر ظلم، آبادی میں اضافہ، پدرانہ نظام وغیرہ کو مذہبی اور رسمی طور پر بڑے پیمانے پر مسلم خواتین کو تعلیم دے کر آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ یہ خواتین بعد میں اسلام کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے پیش کر سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی داستانوں پر شور مچانے کے بجائے معاشرے کی باشعور خواتین کو آگے آنے کی اجازت دینی چاہیے اور اپنے علم ودانش مندی سے ایسی داستانوں کو نکارنا چاہیے۔ اثر ورسوخ یا طاقت کے عہدے پر فائز مسلمان عورت خود بخود اس طرح کے بیانیہ کو ختم کر دے گی۔ اسلام تشدد سے نفرت کرتا ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں سے بھی کہتا ہے کہ وہ زمین کے قانون کی پابندی کریں۔ منافع کمانے والے پروڈکشن ہاؤسز کے ہتھکنڈوں کا شکار ہونے کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مدبرانہ مزاج اور پختگی کا مظاہرہ کریں اور اس موضوع کے ساتھ قانونی طور پر، قانون کے مطابق معاملہ کریں۔ کوئی بھی پرتشدد نقطہ نظر صرف اس طرح کے بیانیہ کی حوصلہ افزائی کرے گا اور کمیونٹی کو مزید منفی طور پر پیش کرے گا۔

اسلام مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے تعلیم کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' (ابن ماجہ)۔ 'ہمارے بارہ' جیسی فلموں کے ذریعے سامنے آنے والے مسائل کی روشنی میں، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خود کو اور دوسروں کو اسلام کے حقیقی عقائد سے آگاہ کرتے رہیں۔ تعلیم غلط معلومات اور تعصب کا مقابلہ کرنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔ اپنے عقیدے کی بنیادی اقدار کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مسلمان اسلام کے حقیقی جوہر کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ مسلم کمیونٹی کو تعمیری مکالمے میں شامل ہونا چاہیے اور میڈیا میں غلط بیانیوں سے نمٹنے کے لیے جمہوری اور قانونی راستے استعمال کرنا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے حقائق کے بارے میں وسیع تر معاشرے کو آگاہ کرنے سے ایسی فلموں کے منفی اثرات کا مقابلہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

'ہمارے بارہ' مسلمانوں کے بارے میں منفی دقیانوسی تصورات کو برقرار رکھنے والی داستانوں کی طویل فہرست میں ایک اضافہ ہے۔ تشدد کا سہارا لینے اور اسلامی تعلیمات کی درست تفہیم کو فروغ دینے کے لیے کام کرنے کے بجائے پرامن اور قانونی طریقوں سے ایسی روایتوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ عوام کا سڑکوں پر آنے کے بجائے عدالتوں میں آنا اس حوالے سے قابل تحسین اقدام ہے۔ مزید برآں، خواتین کی تعلیم کی حمایت کر کے اور ان کی کامیابیوں کو کمیونٹی کے لیے بولنے کی اجازت دے کر، مسلمان اپنے عقیدے کے حقیقی اصولوں کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

محمد فیضان

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے ہندوستان میڈیا وینچرس لمیٹڈ پریس، موضع دریا پور، پولیس اسٹیشن شاہ پور، داناپور ضلع پٹنہ میں چھپوا کر اور 4 چھوتھی منزل سہارا انڈیا وہار، بورنگ روڈ۔ پٹنہ سے شائع کیا
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by **Zia Qadri**, Printed at Hindustan Media venturs Ltd Press, Village Darya pur, Shahpur, Danapur, Patna Bihar and Published from 4th Floor, Sahara india Vihar, Boring Road, Patna
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **S.M. Irshad Alam** (smirshadalam1@gmail.com) *For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: ایس ایم ارشاد عالم
Advertisement (National): ■ 0-9891773434,9899452476 Email: adsahara@gmail.com
R.E.6200553375 roznamapatna@gmail.com 9835449463/7367026753: شعبہ اشتہارات 7463861234 :سرکولیشن
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار ________ * R.N.I. No.BIHURD/2006/18599 ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA (PATNA) ______ 6073 :شمارہ نمبر سال: 17
روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں